جواب آں غزل......انصار عباسی صاحب کی خدمت میں

تحریر......مصطفےٰ عزیز آبادی

(ممبر مرکزی رابطہ کمیٹی، انچارج مرکزی میڈیا سیل۔ متحدہ قومی موومنٹ)

روزنامہ جنگ 2فروری 2009ء کی اشاعت میں اپنی تحقیق وتفتیش کی وجہ سے پہچانے جانے والے ملک کے ممتاز صحافی جناب انصار عباسی کا کالم بعنوان ''کیا الطاف حسین صاحب لانگ مارچ میں حصہ لیں گے؟'' شائع ہوا۔اس کالم کا شانِ نزول ایم کیوایم کے قائد جناب الطاف حسین کا 27جنوری 2009ء کولندن میں ایم کیوایم کی رابطہ کمیٹی کے اجلاس سے کیا جانے والا وہ خطاب تھا جس میں انہوں نے مسلم لیگ ن کے سربراہ میاں نواز شریف سے اتنا سوال کیا تھا کہ اگر وہ قوم کو اس سوال کا جواب دیدیں کہ میثاقِ جمہوریت کی شق 3 کی ذیلی شق A اور B میں پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں کے بارے میں کیا کہا گیا ہے تو ایم کیوایم بھی میثاق جمہوریت پر عمل درآمد کیلئے ان کا بھرپور ساتھ دے گی اور اگر وہ قوم کو اس سوال کا جواب نہ دے سکیں تو ان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ لانگ مارچ میں شرکت کے فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔ اصولاً اس سوال کا جواب تو میاں نواز شریف صاحب کو دینا چاہیے تھا مگر ان کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا البتہ جناب انصار عباسی صاحب کا جوابی کالم آ گیا۔

پیپلز پارٹی کی شہید چیئرپرسن محترمہ بینظیر بھٹو اور میاں نواز شریف نے لندن میں 14 مئی 2006ء کو Charter of Democracy یعنی ''میثاق جمہوریت'' نامی جس سیاسی عہدنامہ پر دستخط کئے تھے وہ 7 صفحات، 4 اہم باب اور 36 شقوں پر مبنی ہے لیکن ہم یہاں صرف ان نکات پر بحث کریں گے جن کی وضاحت انصار عباسی صاحب نے اپنے مذکورہ کالم میں کی ہے۔ انصار عباسی صاحب کا فرمانا ہے کہ ''میثاق جمہوریت کی شق 3 کی ذیلی شق A نئے ججوں کی تعیناتی کے طریقہ کار کو وضع کرتی ہے جبکہ شق 3 کی ذیلی شق B کا تعلق پہلے سے تعینات شدہ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کے پی سی او حلف کے بارے میں ہے''۔ یقیناً یہ بات درست ہے کہ شق 3 کی ذیلی شق B اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کے پی سی او حلف کے بارے میں ہے اور اس میں یہی کہا گیا ہے کہ ''کوئی جج پی سی او کے تحت حلف نہیں لے گا اور نہ ایسا کوئی حلف لے گا جس کی زبان 1973ء کے آئین میں موجود حلف کی اصل زبان سے متصادم ہو''۔

آیئے ذرا میثاق جمہوریت کی شق 3 کی ذیلی شق A کو پڑھتے ہیں جس میں کہا گیا ہے،

3(a) The recommendations for appointment of judges to superior judiciary shall be formulated through a commission, which shall comprise of the following:

(i) The chairman shall be a chief justice, who has never previously taken oath under the PCO.

انصار عباسی صاحب اس شق کا ترجمہ خود یوں بیان کرتے ہیں، ''اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی تقرری کی سفارشات ایک کمیشن کے ذریعے کی جائیں گی۔ یہ کمیشن مندرجہ ذیل لوگوں پر مشتمل ہوگا (i) اس کمیشن کا چیئرمین ایک ایسا چیف جسٹس ہوگا جس نے پہلے کبھی پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھایا ہو''۔ انصار عباسی صاحب خود ہی فرماتے ہیں کہ ''اس شق کے مطابق چیف جسٹس افتخار اس کمیشن کے چیئرمین نہیں بن سکتے جس نے نئے ججوں کی تعیناتی کرنے کیلئے سفارشات مرتب کرنی ہیں، اس کیلئے ماضی کے کسی بھی ایسے چیف جسٹس جس نے کبھی پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھایا اس کو اس کمیشن کا سربراہ بنایا جاسکتا ہے''۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ جب انصار عباسی صاحب خود اس بات کا اعتراف کررہے ہیں کہ میثاق جمہوریت کی شق 3 کی ذیلی شق A کے تحت جسٹس افتخار چوہدری اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی تقرری کی سفارش کرنے والے کمیشن کے چیئرمین بننے کے اہل نہیں ہیں تو پھر وہ میثاق جمہوریت کی شق 3 کے ذیلی شق A کے تحت ملک کی عدالت عظمیٰ کے چیف جسٹس کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہونے کے اہل کس طرح ہوسکتے ہیں؟ کیا اس حقیقت کو جانتے بوجھتے ہوئے انکی بحالی کا مطالبہ درست اور جائز ہے؟

ایک بات بہت دلچسپ ہے کہ میثاق جمہوریت کی شق 3 کی ذیلی شق A کے بارے میں اپنے کالم میں پہلے تو انصار عباسی صاحب نے یہ فرمایا کہ ''اس ذیلی شق A کا موجودہ ججوں سے کوئی تعلق نہیں، کچھ لوگ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عام لوگوں میں کنفیوژن پیدا کرنے کیلئے شق 3 کی ذیلی شق (A(i کی اس انداز میں تشریح کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے جسٹس افتخار چوہدری کی بحالی کو متنازعہ بنایا جاسکے'' لیکن شق 3 کی ذیلی شق A کو بیان کرنے کے بعد وہ خود ہی فرماتے ہیں ''میثاق جمہوریت کو تحریر کرنے والوں نے سوچ سمجھ کے بعد یہاں The Chief Justice of Pakistan نہیں لکھا بلکہ a chief justice لکھا کیوں کہ ان کو معلوم تھا کہ اس وقت کے چیف جسٹس اور آئندہ آنے والے کئی چیف جسٹس وہ حضرات ہیں جنھوں نے 2001ء میں پی سی او کے تحت حلف اٹھایا'' ۔اس طرح انصار عباسی صاحب نے خود اس حقیقت کو تسلیم کرلیا کہ مئی 2006ء میں میثاق جمہوریت میں یہ شق اس وقت کے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری اور انکے ساتھ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے جج صاحبان کے بارے میں رکھی گئی تھی تاکہ جنرل پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے جسٹس افتخار محمد چوہدری اور دیگر جج صاحبان کو تقرری کیلئے نااہل قرار دیا جاسکے۔اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ جب 14 مئی 2006ء کو محترمہ بینظیر بھٹو شہید اور میاں نواز شریف صاحب نے میثاق جمہوریت پر دستخط کئے تھے اس وقت نہ ان دونوں رہنماؤں کو، نہ ان کی جماعتوں کے دیگر رہنماؤں کو اور نہ ہی وکلاء رہنماؤں کو، کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ 9 مارچ 2007ء کو جسٹس افتخار چوہدری کے خلاف ریفرنس پیش کیا جائے گا، 3 نومبر 2007ء کو جنرل پرویز مشرف ایک مرتبہ پھر ملک میں ایمرجنسی نافذ کریں گے اور ان کی جانب سے جج صاحبان کو ایک مرتبہ پھر پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کیلئے کہا جائے گا۔ جہاں تک جسٹس افتخار چوہدری صاحب کو متنازعہ بنانے کا تعلق ہے تو انہیں متنازعہ تو وہ سیاسی جماعتیں بنا رہی ہیں جو انہیں سیاسی جلسے، جلوسوں اور ریلیوں میں کھینچ رہی ہیں۔ بحیثیت جسٹس، جناب افتخار محمد چوہدری صاحب کی عزت واحترام سر آنکھوں پر لیکن معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ سپریم کورٹ یا ہائیکورٹ کے چیف جسٹس صاحبان اور دیگر اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان پر تو سیاسی جلوسوں میں شرکت کرنا تو دور کی بات ہے ایسی نجی تقریبات تک میں شرکت کی ممانعت ہوتی ہے لیکن محترم جسٹس افتخار چوہدری صاحب نے سیاسی جماعتوں کے ساتھ ملکر جلسوں، جلوسوں، ریلیوں اور مارچ میں شرکت کرکے اور سیاسی تقریریں کرکے خود اپنے آپ کو متنازعہ بنالیا ہے۔

مسلم لیگ ن کے رہنما یہ مضحکہ خیز استدلال بھی پیش کرتے ہیں کہ چارٹر آف ڈیموکریسی میں پی سی او کا ذکر 3 نومبر 2007ء کو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججز کے بارے میں ہے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ جب 14 مئی 2006ء کو چارٹر آف ڈیموکریسی پر دستخط ہوئے اس وقت 3 نومبر 2007ء آئی ہی نہیں تھی تو پھر کیا مسلم لیگی رہنماؤں کو کوئی الہام ہوگیا تھا کہ 3 نومبر 2007ء کو پی سی او کے تحت حلف اٹھایا جائے گا؟ اگر انصار عباسی صاحب کے بقول میثاقِ جمہوریت کی شق 3 کی ذیلی شق A کا تعلق موجود ججوں سے نہیں ہے تو پھر اس میں کونسے پی سی او ججز کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جنوری 2000ء سے قبل پی سی او جنرل ضیاءالحق کے مارشل لاء دور میں 1977ء میں آیا تھا اور جنرل ضیاءالحق کے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والا کوئی جج 2007ء کی عدلیہ میں موجود نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 14 مئی 2006ء کے اعلان کردہ میثاق جمہوریت میں پی سی او کا ذکر جنوری 2000ء میں جنرل پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف اٹھائے جانے کے بارے میں ہے۔ میثاق جمہوریت میں اعلیٰ عدلیہ کے جج صاحبان کے پی سی او کے تحت حلف اٹھائے جانے کو تو اس قدر موضوع گفتگو بنایا گیا ہے کہ اس کی شق 3 کی ذیلی شق A کے جزو 2 میں اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی تقرری کے طریقہ کار کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ ججوں کی تقرری کی سفارشات جس کمیشن کے ذریعے کی جائیں گی اس کے ممبر صوبائی ہائیکورٹس کے چیف جسٹس ہوں گے جنہوں نے کبھی پی سی او کے تحت حلف نہ لیا ہو، ایسا نہ ہونے کی صورت میں سینئر ترین جج ممبر ہوں گے جنہوں نے کبھی پی سی او کے تحت حلف نہ لیا ہو''۔ اگر جنوری 2000ء میں جنرل پرویز مشرف کا پی سی او نہ آتا اور جسٹس افتخار چوہدری اور انکے دیگر ساتھی جج صاحبان جنرل پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف اٹھا کر ان کی ''ڈکٹیٹر شپ'' کو آئینی تحفظ فراہم نہ کرتے تو ہمیں یقین ہے کہ میثاق جمہوریت میں پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں کو تقرری کیلئے نااہل قرار دینے کی شق شامل نہیں کی جاتی بلکہ اس معاملے کا سرے سے ذکر ہی نہ ہوتا۔

میاں نواز شریف صاحب، قاضی حسین احمد، عمران خان اور ان کے ہم خیال سیاسی رہنما، وکلاء رہنما، انصار عباسی صاحب اور ان کے ہم خیال حضرات 3 نومبر 2007ء کو جنرل پرویز مشرف کی جانب سے ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد سپریم کورٹ کے موجودہ چیف جسٹس جناب جسٹس عبدالحمید ڈوگر اور پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے دیگر ججوں کو غیر آئینی جج قرار دیتے ہیں اور اٹھتے بیٹھتے انہیں لعن طعن کرتے رہتے ہیں، میاں نواز شریف صاحب تو ان ججوں اور عدالتوں کو تسلیم

کرنے کو ہی تیار نہیں ہیں حتیٰ کہ وہ ''مولاجٹ'' اسٹائل اختیار کرتے ہوئے ان ججوں کو ''وطن کے غدار'' ''پاکستان دشمن'' ''نااہل'' اور نجانے کیسی کیسی مغلظات سے نوازتے رہتے ہیں۔ ان تمام شخصیات سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر ان کی نظر میں چیف جسٹس عبدالحمید ڈوگر اور دیگر جج صاحبان کا 3 نومبر 2007ء کو جنرل پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف اٹھانا واقعی اتنا بڑا جرم، گناہِ کبیرہ اور فعلِ قبیح ہے تو جسٹس افتخار چوہدری صاحب بھی 4 جنوری 2000ء کو جنرل پرویز مشرف کے پہلے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کا غیر آئینی عمل، جرم عظیم، گناہِ کبیرہ اور فعلِ قبیح کر چکے ہیں لہٰذا وہ ایک ہی جیسے گناہ اور غیر آئینی عمل کا ارتکاب کرنے والے ایک جج کو غدار اور دوسرے کو ہیرو بنا کر کیوں پیش کرتے ہیں؟ کیا جنرل پرویز مشرف کا 2000ء والا پی سی او درست اور آئین پاکستان کے مطابق تھا؟ اگر ایسا ہوتا تو اس وقت کے چیف جسٹس جسٹس سعیدالزماں صدیقی، جسٹس ناصر اسلم زاہد، جسٹس وجیہہ الدین احمد، جسٹس کمال منصور عالم، جسٹس مامون قاضی اور جسٹس خلیل الرحمٰن پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کیوں کرتے اور یہ کیوں کہتے کہ ہم ایک مرتبہ آئین پاکستان کے تحت حلف لے چکے ہیں لہٰذا ہم دوسری مرتبہ پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھائیں گے، عدلیہ کے ہیرو تو یہ معزز جج صاحبان تھے جنہوں نے جرات وہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کر دیا تھا اور پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کے بجائے استعفے پیش کر دیئے تھے۔ اس معاملے پر نہ تو اس وقت مسلم لیگ ن کے سربراہ میاں نواز شریف اور نہ ان کی جماعت کے دیگر رہنما جو آج موجودہ سپریم کورٹ کے ججوں پر لعن طعن کر رہے ہیں سامنے آئے، نہ ہی عدلیہ کی آزادی اور تقدس کے چیمپئن بننے اور معزول چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی بحالی کو عدلیہ کی آزادی سے منسوب کرنے والے وکلاء حضرات سینہ تان کر سامنے آئے۔ نہ ہی قلم کی حرمت کے پاسدار جناب انصار عباسی صاحب کا قلم حرکت میں آیا۔ حتیٰ کہ وہ وکلاء وسیاسی رہنما جو آج شدومد کے ساتھ عدلیہ کی آزادی اور بحالی کا مطالبہ کر رہے ہیں انہوں نے جرات وہمت کا مظاہرہ کرنے والے اس وقت کے چیف جسٹس سعیدالزماں صدیقی، جسٹس ناصر اسلم زاہد، جسٹس وجیہہ الدین احمد، جسٹس کمال منصور عالم، جسٹس مامون قاضی اور جسٹس خلیل الرحمٰن کی بحالی کیلئے کوئی لانگ مارچ، کوئی دھرنا، کوئی احتجاجی مظاہرہ، کوئی ریلی حتیٰ کہ کوئی بیان تک دینا مناسب تصور نہ کیا، آخر یہ دوعملی کیوں؟ نام نہاد سول سوسائٹی اور ایکس سروس مین کی جماعت میں شامل بڑی بڑی شخصیات اس وقت کن بلوں میں چھپی بیٹھی تھیں؟ اس وقت ان کی غیرتِ جمہوریت کہاں سوئی ہوئی تھی؟ اگر جسٹس افتخار چوہدری بھی دیگر جج صاحبان کی طرح 2000ء میں جرات وہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کر دیتے تو آج ایم کیو ایم بھی انکے شانہ بشانہ ہوتی کیونکہ ایم کیو ایم کا آج بھی یہ مطالبہ اور اصولی مؤقف ہے کہ صرف 2 نومبر 2007ء والے جج صاحبان کی بحالی کا مطالبہ کیوں کیا جا رہا ہے بلکہ جن ججز نے 2000ء میں اصل جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کر دیا تھا ان تمام جج صاحبان کو بحال کیا جائے۔ ہم صرف اصول کی بات کر رہے ہیں کہ اگر جسٹس افتخار محمد چوہدری صاحب کا 2000ء میں جنرل پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف اٹھانا انصار عباسی صاحب اور لانگ مارچ کی باتیں کرنے والے انکے مقربین کی نظر میں درست اور جائز ہے تو پھر 3، نومبر 2007ء کو دیگر جج صاحبان کا اسی جنرل پرویز مشرف کے دوسرے پی سی او کے تحت حلف اٹھانا کس طرح ناجائز ہو سکتا ہے؟ اگر ایک پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والا کوئی جج عدلیہ کا ہیرو، آئین کا پاسدار وعلمبردار اور قانون کا سب سے بڑا چیمپئن قرار دیا جا سکتا ہے تو پھر دوسرے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے جج کو آئین وقانون کو پامال کرنے والا، آئین کو توڑنے والا اور آئین کی دھجیاں بکھیرنے والا کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور اگر 3، نومبر 2007ء کو دوسری مرتبہ پی سی او کے تحت حلف اٹھانا آئین اور قانون کے تحت غلط تھا تو پھر 2000ء میں معزول چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کے عمل کو آئین وقانون کے تحت کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟ پہلے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججز کی بحالی کا مطالبہ کرنا، ان کیلئے جلسے جلوس کرنا، لانگ مارچ کرنا اور دوسرے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں کو غیر آئینی قرار دیکر انہیں انکے عہدوں سے ہٹانے کا مطالبہ کیا کھلا تضاد (Dichotomy) نہیں ہے؟ اگر جنوری 2000ء کا پی سی او صحیح اور جائز تھا تو 3، نومبر 2007ء کا پی سی او غلط اور ناجائز کیسے ہو گیا اور اگر دوسرا پی سی او غلط اور ناجائز ہے تو پہلا پی سی او صحیح اور جائز کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

انصار عباسی صاحب اور انکے ہم خیال سیاسی ومذہبی رہنما اور وکلاء حضرات جنرل پرویز مشرف پر تبرّا بھیجتے ہوئے ان پر آئین توڑنے، دوبار پی سی او نافذ کرنے، صدر اور آرمی چیف کے دوعہدے اپنے پاس رکھنے، وردی میں الیکشن لڑنے اور ملک کا آئینی حلیہ بگاڑنے کا الزام بھی لگاتے ہیں اور ساتھ ہی 2 نومبر والی عدلیہ بحال کرنے کا مطالبہ بھی کرتے ہیں یعنی وہ عدلیہ جسکے چیف جسٹس، جسٹس افتخار محمد چوہدری صاحب تھے۔ یاددہانی کیلئے ان حضرات سے بڑے ادب سے ہمارا

سوال یہ ہے کہ جنرل پرویز مشرف کی جانب سے 12 اکتوبر 1999ء کو حکومت کا تختہ الٹنے کے غیر جمہوری عمل اور ان کی چیف ایگزیکٹو کی حیثیت کو نظریہ ضرورت کے تحت درست کس نے قرار دیا؟ 2000ء میں جنرل پرویز مشرف کو انتخابات کو دو سال تک کیلئے ملتوی کرنے کی اجازت کس نے دی تھی؟ 2002ء اور 2005ء میں جنرل پرویز مشرف کے پاس چیف آف آرمی اسٹاف اور صدر مملکت کے دو عہدے رکھنے کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر آئینی درخواستوں کو مسترد کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف کو دونوں عہدے رکھنے کی اجازت کس نے دی تھی؟ 28 ستمبر 2007ء کو جنرل پرویز مشرف کو ایک بار پھر وردی میں صدارتی الیکشن لڑنے کی اجازت کس نے دی؟ اس وقت ملک میں نواز شریف کے بقول ''ڈوگر عدالت'' تھی یا 2 نومبر 2007ء والی عدلیہ ہی تھی جس نے چیف آف آرمی اسٹاف کی وردی میں جنرل پرویز مشرف کے خلاف دائر آئینی درخواستوں کو آئین کے آرٹیکل 184 کی شق 3 کے تحت non maintainable قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا تھا؟ انصار عباسی صاحب اور انکے ہم خیال حضرات جس جنرل پرویز مشرف کو ڈکٹیٹر اور آمر کہتے ہیں اس ڈکٹیٹر کی آمریت کو آئینی تحفظ کس نے فراہم کیا؟ ان معروضات کی روشنی میں اب انصار عباسی صاحب خود اس بات پر غور کریں کہ میثاق جمہوریت کی خلاف ورزی کی مرتکب ایم کیو ایم ہوئی ہے یا نواز شریف اور انکے احباب جو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے ججوں کی بحالی کا مطالبہ کر کے اپنے ہی چارٹر آف ڈیموکریسی کی کھلی خلاف ورزی کر رہے ہیں؟ اگر انصار عباسی صاحب اور انکے مقربین اور ہم خیال حضرات کی نظر میں میثاق جمہوریت اس قدر مقدس دستاویز ہے کہ اس پر عمل درآمد نہ کرنے پر عدالتی و پارلیمانی جمہوری نظام کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے ملک کے پورے جمہوری نظام کی بساط کو الٹ دینے کی باتیں کی جائیں تو میثاق جمہوریت پر ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ کسی ایسے فرد کی بحالی کی بات نہ کی جائے جس نے ایک ڈکٹیٹر کے پی سی او کے تحت حلف اٹھایا، جس نے اس آمر کے تمام آمرانہ اقدامات کو آئینی تحفظ فراہم کیا اور اگر میثاق جمہوریت کی صرف باتیں کرنی ہیں اور اس پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد نہیں کرنا ہے تو پھر میثاق جمہوریت کی باتیں کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ لانگ مارچ کے بجائے شاہراہ دستور پر عوام کی عدالت میں اس میثاق جمہوریت کی دستاویز کو پھاڑ کر جلا دیں اور جمہوریت کے نام پر بیوقوف بنانے پر قوم سے معافی مانگیں۔ کیا انصار عباسی صاحب میں اتنی اخلاقی جرات ہے کہ وہ جنرل پرویز مشرف کے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے اور عدالتی فیصلوں کے ذریعے ایک فوجی ڈکٹیٹر کی مارشل لاء حکومت اور اس کے آمرانہ اقدامات کو کئی بار آئینی تحفظ فراہم کرنے والے شخص کی حمایت کرنے پر قوم سے معافی مانگیں؟ ایم کیو ایم کے قائد جناب الطاف حسین نے تو ملک کی نازک صورتحال اور جمہوری نظام کی بقاء کیلئے اپنے پارٹی مفادات تک کو قربان کر دیا ہے لیکن کیا انصار عباسی صاحب یہ چاہتے ہیں کہ محض ایک شخص کی ملازمت کی بحالی کی خاطر لانگ مارچ اور دھرنے کی آڑ میں ملک کے جمہوری نظام کی پوری بساط کو لپیٹ دیا جائے؟ کیا ملک کے پورے جمہوری نظام کو ایک فرد کی ذاتی انا کی بھینٹ چڑھا دیا جائے؟ کیا انصار عباسی صاحب ایسے کسی لانگ مارچ یا دھرنے کی حمایت کریں گے جس کا مقصد ملک کی منتخب پارلیمنٹ اور جمہوریت کو ایک بار پھر کسی ڈکٹیٹر کے بوٹوں تلے روند دیا جائے؟ انصار عباسی صاحب اور ان کے مقربین کو جمہوریت کی بقاء کیلئے ملک کے جمہوری نظام اور ایک فرد میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا، کیا وہ ایسا کرنے کیلئے تیار ہیں؟

☆☆☆☆☆